سلسلۂ کہکشاں نمبر [illegible]

راہ و رسم منزلہا

یعنی

چند متفرق نظمیں

مصنفہ

فدای ملت ابو رشید عبد المجید خاں صاحب سالک بٹالوی

سنہ ۱۹۲۲ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

قیمت ۸

1000

دیباچہ

نہ چھیڑ بادِ بہاری خزاں رسیدوں کو،
کہ یادِ گل بھی قفس ہے دشتِ خار مجھے

کسی دوست کی روشناسی اپنی ہی خودستائی کا ایک شعبہ ہے۔ ابورشید عبدالمجید خان صاحب سالک میرے اُن دوستوں میں سے ہیں جنکی یاد میرے دل کی انتہائی خوشی ہے۔ اس لئے ممکن ہے یہ دیباچہ بھی خود میرے ہی مسحورِ محبت جذبات کا آئینہ ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قدرت جوہر شناس ہے

وہ ایسی دل و دماغ کو اپنی برکت اور راحت کا نشیمن بناتی ہے جس میں ودیعت کے حصول و قبول کی اہلیت مخلوق ہوتی ہے۔ سالک صاحب کی شمع حیات اگر اپنی فطرت میں دنیائے ادب کی بزم افروزیوں کا مادہ پنہاں نہ رکھتی۔ تو ان کی یہ شعلہ صورت سخن سنجیاں ان خوارق ادب کی ہم زبان نہ ہوتیں جو آج عام ارباب فن کی حد اعتراف اور ہر ذوق سلیم کی معراج تحسین و تسلیم ہیں +

سالک صاحب محض موزوں طبع ناظم نہیں ہیں۔ فلسفہ ادب کے صحیح ذوق شناس بھی ہیں۔ ان کا کلام نشۂ تغزل سے ہمہ تن مخمور اور درد سے لبریز ہے انکے اشعار میں کیف و سرور کی جوش خرام لہروں اور سوز گداز کے ہلکے ہلکے بادلوں کے ساتھ نشاط و امید کی

وہ سریلی خوش آہنگیاں بھی ہیں۔ جو سازِ زندگی کے مرتعش نغمہ و ترنم کی ابدی حیات آفرین ہیں۔ اُنکے نظم جذبات ہیں زبان کی سلاست۔ خیال کی لطافت اور پرشوکت و موثر الفاظ کی مخصوص بندشوں اور ترکیبوں کے ساتھ لحاظ فن بھی روانیٔ کلام سے پہلو بہ پہلو ہمرکاب ہے٭

سالک صاحب کی طبع رسا کے ہمہ گیر ہونے کا ایک یہ بھی بیّن ثبوت ہے کہ جس طرح وہ ادب کے ہر شعبہ پر قادر ہیں اصناف سخن میں نظم و نثر دونوں قدرتیں ہم عنان پائی ہیں۔ اُردو کی سحر طراز یاں بزم شعر و سخن میں سرود طرب سمجھی جاتی ہیں۔ تو فارسی کی خوشنوائیاں بھی ہم صفیرِ حیرت ہیں٭

اسی طرح وہ سیاست پر کافی حاوی تھے٭

سیاسی انہماک ذوق ادب کا مہلک اور متضاد
ہے۔ اس لئے اگرچہ انہیں اپنے روزانہ مشاغل کی
بیحد مصروفیت سے وہ سکون و اطمینان میسر نہیں تھا۔
جو شعر و سخن کے لیئے ضروری ہے۔ مگر ان کا اعلےٰ
اور سلجھا ہوا مذاق وقت کی تنگی اور فرصت کی کمی
میں بھی اپنے فطری جذبات پر سرسری نظر ڈالکر جو گل
و گوہر اور نغمہ و ساغر پیش کر دیتا تھا وہ ان تمام محاسن
شعری سے سرشار ہوتے تھے جو مذاق ادب کی امتیازی
خصوصیات ہیں۔ اور اس مخصوص رنگ سے ان کی
کوئی کوشش فکر ہی خالی نہیں ہے۔ چنانچہ۔ یہ منظوم مجموعہ
انہیں منتشر الاوقات جذبات۔ اور فوری ہنگامی تاثرات
کا شیرازہ ہے جو وقتاً فوقتاً مدیر کہکشاں کے امتثال
امر اور مرتب مخزن کی عرض نیاز نے مجبور کر کے

مختلف صحبتوں میں ہر رشتہ نظم منسلک کرایا تھا+
آہ۔ سالک۔ تم آج مجلس سیاست کے اسیر
ہو۔ اور یہ شیرازہ قید عزالت سے آزاد اور تمہاری
اجازت سے بے نیاز ہو کر اسی طرح روشناس
خلق ہے۔ جس طرح کسی کسان کی ہری بھری کشت
امید دوسروں کی فردوس نظر ہوتی ہے۔ اور
اس کی لہلہاتی ہوئی آرزوئیں اس خوش گھڑی
سے گراں بار سماعت بھی نہیں ہوتیں جو ہر جاں
فشاں عمل کا کامیاب نتیجہ متصور ہے۔ لیکن نہیں
یہ بھی تلافی مافات ہے۔ تمہاری قید سے دنیائے
ادب کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اس
کا مطالعہ اس کی اشک شوئی کریگا۔ رہائی اور
آزادی کے بعد ملک کو تمہارے ادبی مستقبل کے

استقبال اور خیر مقدم کے لئے تیار کردیگا۔ جو احباب
کی آئندہ آرزوؤں کی منتہائے خیال ہے۔ مبارک
ہے وہ مہلکہ جس کے پردہ میں دارین کی سعادت
اندوزی روپوش انتظار ہو ؎

شہپر زاغ و زغن زیبائے قید وصید نیست
کیں سعادت قسمت شہباز و شاہیں کردہ اند

ابو البیان بیدل

ستارۂ سحر

رات جب طولِ شبِ ہجراں سے اعجوبہ سا تھا
ساری دنیا سو رہی تھی اور میں بیدار تھا
شب کی تاریکی مصیبت ناک و وحشت خیز تھی
محفلِ فطرت کی خاموشی جنوں انگیز تھی
ایک دم فرصت نہ تھی نالوں سے آہِ سرد سے
دمبدم پہلو بدلتا تھا و فورِ درد سے
ساعتیں گنتا تھا غم کی پاسداری کے لئے
آسماں پر تھی نظر اختر شماری کے لئے

آسماں والوں نے جب افسردہ دل پایا مجھے
دفعۃً اک اخترِ تاباں نظر آیا مجھے

میں نے پوچھا اس سے اے شب زندہ دارِ آسماں
تیری ہستی سے منوّر ہے دیارِ آسماں

تیرے رخ کو کیا کہوں اختر کہوں گوہر کہوں
یا عروسِ آسمانِ شرق کا جھومر کہوں

تو فلک کے میکدے کا ساغرِ سرشار ہے
یا صدف میں آسماں کے اک دُرِ شہوار ہے

یا سکوتِ شب میں سن کر میری آہِ دلِ فگار
دیدۂ فطرت سے ٹپکا ہے کسی اشکِ بیقرار

تیرے پیہم جھلملانے سے ہے پیدا اضطراب
تو ہے میری بیقراری سے سراپا اضطراب

قاصدِ راحت ہے پیغامِ الم ہے کیا ہے تو

جام ہے جھومر ہے دُر ہے اشکِ غم ہے کیا ہے تو

سن کے تارے نے کہا "اے بلبلِ باغِ سخن"
پست ہے تیرا تخیل بھی جو تو ہے خستہ تن
اخترِ تابندۂ مشرق ہوں میں گوہر نہیں
دُر نہیں آنسو نہیں جھومر نہیں ساغر نہیں
جس طرح دنیا کی ساری زیب و زینت دین سے ہے
یہ مرا نورِ جبیں پایندۂ آئین سے ہے،

میں وداعِ شب کا پیغامِ حیات افروز ہوں،
پیش کارِ آفتابِ کائنات افروز ہوں،
ٹوٹنے کو ہے ابھی تاریکیٔ شب کا طلسم،
ہے نمودِ سیمیائی بزمِ کوکب کا طلسم

محفلِ انجم سوئے مغرب رواں ہونے کو ہے
موکبِ شاہنشہِ مشرق عیاں ہونے کو ہے

عالمِ علوی سے تجھ کو نسبتِ دیرینہ ہے
مخزنِ بستانِ محبت خیز تیرا سینہ ہے
غمزدہ کیوں ہے ابھی ہونیکو ہے صبحِ وصال
دُور کر دل سے شبِ ہجراں کا اندوہ و ملال
آمدِ خورشید سے ہوگا مسرت کا ظہور
پھول باغوں میں کھلینگے چہچہائیں گے طیور
صبح ہونے کو ہے اب تو بھی صبا رفتار ہو
اے بہار افروزِ ہستی! زینتِ گلزار ہو

(کہکشاں مارچ ۱۹۱۹ء)

پیامِ بیداری

تو اے کہ بے خبرِ گردشِ سپہر استی
بایں سکون و گراں خوابیِ قرار مخسپ
پیالہ گیر و بیدار الامان نشہ بیا
عزیزِ من بعقوبت گہِ خمار مخسپ
شنو کہ سازِ حوادث بہر نوا گوید
کہ زینہار دریں دہر ہوشیار مخسپ
بیا ببیں کہ چمن گشت پائمالِ خزاں
مثالِ سبزۂ خوابیدۂ بہار مخسپ
جمالِ لیلیٰ مقصد نگر رسد بنظر
بسانِ دیدۂ مجنونِ بیقرار مخسپ
چو ہست بارشِ فتنہ پیامِ بیداری

بیادِ نرگسِ جادوے آں نگار مخسپ

بہوش باش کہ گفتست صائبِ آگاہ

"بزیرِ گنبدِ گردوں فتنہ بار مخسپ"

کہکشاں نومبر ۱۹۱۸ء

ہم اور وہ

وہ کارزارِ دہر میں ہیں سخت کوشِ عشق
ہم جور کو ہنوز سمجھتے ہیں نازِ یار
اغیار کا تو دامنِ امید ہے دراز
ہم کر رہے ہیں اپنی تمنّا کا اختصار
اک وہ ہیں اور قوّتِ بازو پہ اعتماد
اک ہم ہیں اور لطیفۂ غیبی کا انتظار
تدبیر سے انہیں تو میسّر ہے عیشِ نقد
ہم ہیں کہ کھائے بیٹھے ہیں تقدیر پہ اُدھار

قومے بہ جد و جہد گرفتند وصلِ یار
قومے دگر حوالۂ تقدیر می کنند

(کہکشاں اپریل سنہ ۱۹۲۰ء)

صدائے سروش

صدا آئی سروشِ غیب کی گل گوشِ مسلم میں
کہ اے پابندِ زنجیرِ طلسمِ ہیچ مقداری
اسیرِ قیدِ ظلمت خانۂ حرص و ہوا کیوں ہے
تجھے لازم ہے مثلِ شمعِ محفل شانِ خودداری
تری واماندگی پر آبلہ پائی بھی روتی ہے
غبارِ کارواں ہے تیری شانِ گرم رفتاری
چراغِ نورِ ارشاد و ہدایت ٹمٹماتا ہے،
مبادا اس کو گل کر دے ہوائے چرخِ زنگاری
مسلط ہے فضائے دہر پہ تاریکیٔ باطل،
تو نورِ حق ہے کر اطراف عالم میں ضیا باری،
عیاں آثارِ بیداری ہیں چشمِ اہلِ عالم میں

تجھے لازم نہیں بالین و بستر کی پرستاری
تزلزل ڈال دے ایوانِ استبداد میں ایسا
کہ استحکام حریت ہو اس گھر کی نگوں ساری
تجھے امید غمخواری نہ رکھنی چاہیئے ان سے
سکھائے جن کا مشرب فتنہ پردازی ستمگاری
تجھے احساس برباد ئے خرمن ہو تو کیونکر ہو
کہ احباب کرم گستر ہیں سرگرم شرر باری
مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے اُن بد نصیبوں کو
کہ رسوائی و خواری ہے مالِ مسلم آزاری
خدا کو جب کسی کا خاتمہ منظور ہوتا ہے
جہاں میں دشمنِ اسلام وہ مشہور ہوتا ہے

کبھی جانِ جہت تھیں زمزمہ پیرائیاں تیری

قفس میں ہے خموشی آج گل مہرِ دہاں تیری
تو اس محفل میں وہ ساغر کشِ صہبائے حسرت ہے
کہ ٹپکی خون بن بن کر شرابِ ارغواں تیری،
گئے وہ دن کہ تو سرسبز تھا گلزارِ عالم میں،
چمن پیرائے ہستی تھی بہارِ بے خزاں تیری،
گیا وہ وقت جب تو مہرِ انوارِ حقیقت تھا،
جہاں میں تھیں شعاعیں چار سُو پرتو فشاں تیری
کہاں ہے وہ مثالِ برق مضطر تلملا جانا
کہاں ہے غیرتِ سیماب وہ بے تابیاں تیری
ہوا ہے کیوں مثالِ چشمۂ آئینہ بے جنبش،
محیطِ بحرِ ہستی تھیں کبھی پہنائیاں تیری،
جہاں کو ہند سے ہسپانیہ تک روند ڈالا تھا
سُنے غرناطہ و دہلی سے کوئی داستاں تیری

کہاں تک عظمتِ پیشیں کے افسانوں کو دُہرائیں
کہ تفسیرِ کتابِ غم ہے شرحِ داستاں تیری
عبث ہستم زدو رچرخ لب ریزِ شکایت ہا
کہ ہست ایں قصہ پاریں تمک پا تن جراحت ہا

الا اے مسلمِ خوابیدہ تا کے ایں تن آسانی
کہ ایامِ کمالِ عیش و عشرت شد بہ نادانی
بیسترا اب تجھے کا شانۂ کہنہ نہیں ہوتا،
ترے اسلاف تھے زینت طرازِ کاخِ سلطانی
تو ہے شیرازہ بندِ دہر لیکن خود پریشان ہے
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی،
پشیمانی بھی تنہا فائدہ کچھ دے نہیں سکتی
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی،

مثالِ ذرہ کیوں پامال ہوتا ہے بیاباں میں
درخشاں ہو کے حاصل کر وہی خورشید سامانی
اسی میں راز ہے مضمون تیری کامرانی کا
کہ تو ہو جائے دل سے عامل احکام یزدانی،
خریدار اتنے پیدا کر متاعِ سوزِ الفت کے
کہ جنس درد کی بازارِ عالم میں ہو ارزانی
سکون خوابِ غفلت دیکھ کر تیرے شبستاں میں
سناتے ہیں "لسان الغیب" یہ پیغام روحانی،

بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح دیگر اندازیم (حافظؒ)

سن اے مسلم فغانِ بلبل درد آشنا ہو جا
چمن میں غنچۂ گل کے چٹکنے کی صدا ہو جا

گرفتارِ طلسماتِ مجازی کیوں ہے عالم میں
خدا سے مل۔ فراموش خیالِ ما سوا ہو جا
ولائے سرورِ عالم ہے رازِ ہستیٔ مُسلم
غبارِ راہِ یثرب ہو۔ نثارِ مصطفےٰ ہو جا
تو قطرہ ہے مگر تجھ میں خواصِ بحر پنہاں ہیں
جہاں میں صورتِ ہنگامۂ طوفاں بپا ہو جا
جہاں میں گر خزاں نا آشنا رہنے کا خواہاں ہے
چمن میں بے تعلق صورتِ بادِ صبا ہو جا
ارے نادان۔ تو گلگونۂ رخسارِ ہستی ہے
محبت گل رخوں کی چھوڑ کر خود دلربا ہو جا
ریاضِ دہر عنابی ہوا ہے خونِ گلچیں سے
گریباں چاک کیوں کرتا ہے اب رنگیں قبا ہو جا
نہ خوفِ باغباں ہے اب نہ ہے صیاد کا کھٹکا

نشیمن شاخِ گل پر باندھ کر نغمہ سرا ہو جا
گئے وہ دن کہ ترکِ آرزو بھی جزوِ مذہب تھا
بقا کا ہے اگر خواہاں ہمہ تن مدعا ہو جا

اگر فہمی قیامِ دہر تحریکاتِ دوراں را
حیاتِ تازہ بخشی قالبِ ایامِ بیجاں را

کہکشاں جنوری ۱۹۱۹ء

نوائے درد

(چند پریشان خیالات)

سنا کر مطربِ خوش گو نے نغمے عہدِ ماضی کے
نوائے درد سے معمور کی محفل زمانے کی
بھرا کچھ رنگ ایسا سرگزشتِ بزمِ دوشیں میں
کہ خوں آلودہ ہیں سب سرخیاں میرے فسانے کی

یہ مانا روکشِ فصلِ بہاراں تھے قدم اپنے
یہ مانا تھی ہمیں سے گلشنِ عالم کی شادابی
مگر اب تو نہ وہ بادِ صبا ہے اور نہ وہ گل ہیں
انہی شادابیوں کی یاد ہے سامانِ بیتابی

بہارِ رفتہ میں اے ہمنشیں ہم گل بداماں تھے
پھلا پھولا تھا اپنا بھی نہالِ فارغ البالی
مگر اب تو مثالِ سبزۂ بیگانۂ گلشن
لکھا ہے اپنی قسمت میں خزاں کا داغِ پامالی

وہ طائر جن سے تھا ہنگامہ زارِ نغمہ باغ اپنا
پڑے ہیں کنجِ صیاد سے قیدِ مصیبت میں
خموشی موت کی چھائی ہے ان افسردہ پھولوں پر
جو محرومِ نوائے عشق ہیں ایامِ فرقت میں

اسیری میں اُڑا ہنگامۂ شوریدگی سر سے
وہ وحشی ہے جو تعزیرِ جنوں میں پا بجولاں ہے
ہے پہروں چھانتا آزادگانِ بزمِ امکاں کو

نگاہیں اُس کی ہیں اور روزنِ دیوارِ زنداں ہے

وہ غنچے جن پہ ہے حُسن و جمالِ رنگ و بو رقصاں
شگفتہ ہوں الٰہی افتخارِ بوستاں ہو کر
رہے بھی تو رہے کیا صورتِ برگِ خزاں دیدہ
وبالِ باغ۔ ننگِ شاخ۔ رنجِ باغباں ہو کر

(کہکشاں ماہ جون ۱۹[illegible]ء)

تاثرات

الم نصیب ہوں افسردہ ہوں تنہا ہوں میں
کہ اک بجھی ہوئی شمع سرِ مزار ہوں میں،
سکوتِ شام ابد تک امیدِ عیش نہیں
نمودِ صبح ازل سے جو سوگوار ہوں میں،
خمارِ بزم شبانہ ہے میری آنکھوں میں،
خروشِ محفلِ دوشیں کی یادگار ہوں میں،
فراق میں ہے جگر داغ داغ لے ہمدم
خزاں کے عہد میں گلزارِ نو بہار ہوں میں
عیاں ہے میری خموشی سے دردِ پنہانی
فغاں کا شور نہیں آنسوؤں کا تار ہوں میں
اگرچہ رو نہیں سکتا مگر ہے قصدِ فغاں،

اسیر کشمکش جبر و اختیار ہوں میں،
بیان حسرت و حرماں مری کہانی ہے
شکایت ستم و جور آسمانی ہے

وفورِ غم نے کیا مائل فغاں مجھکو
ستانے آئی ہے پھر یادِ رفتگاں مجھکو
جو محفلیں ہوئیں نذرِ تطلّم گردوں
میں ذکر ان کا کروں تاب ہے کہاں مجھکو
غبارِ راہ ہوں یا نقش پائے راہرواں
کہ پیچھے چھوڑ گئے اہلِ کارواں مجھ کو
اجاڑ ہو گیا اپنا ہرا بھرا گلزار،
پسند آئے گی کیا سیرِ گلستاں مجھ کو
چمن میں میں گل سرسبد تھا کبھی ایسا

گو جانتے تھے سبھی فخرِ بوستاں مجھ کو
مگر زمانۂ حاضر میں ہوں وہ برگِ خزاں
کہ ننگِ شاخ سمجھتے ہیں باغباں مجھ کو
دریں چمن کہ کسے نشنود فغانِ مرا
کجاست برق کہ بر دارد آشیانِ مرا

(کہکشاں اپریل ۱۹۱۹ء)

داستان حسرت

خزاں سے برباد ہو گئے سب کوئی بھی گل پیرہن نہیں ہے،
گماں یہ ہوتا ہے اس چمن پر کہ ہے بیاباں چمن نہیں ہے
دیارِ ہستی کے رہنے والو فسانۂ غم کو دل سے سننا،
نئے مصائب کا ماجرا ہے یہ داستاں کہنہ نہیں ہے
ہر ایک مصرع ہے قطرۂ خوں تو شعر ہیں نالہ ہائے موزوں
یہ سب ہے فریادِ جورِ گردوں نمودِ شعر و سخن نہیں ہے
اڑائیں گردوں نے دھجیاں تک نہ اک تار بھی سلامت
محال ہے اپنی عیب پوشی کہ تن پہ وہ پیرہن نہیں ہے
ہزار افسوس فاش پردہ ہوا عیوب برہنگی کا،
ہوئے ہیں مردہ پرست زندہ نصیب ہم کو کفن نہیں ہے
زباں پہ ہے کفر کی حکومت تو دل پہ الحاد کا تسلط،

ہوئی ہے توحید ایسی عاجز کہ طاقتِ دم زدن نہیں ہے
یہ طایرانِ حرم سے کہہ دو جہاز اُڑنے لگے ہوا پر،
یہ کیسی پرواز مطمئن ہے کہ بیمِ ناوک فگن نہیں ہے
کچھ ایسا چھایا ہے خوفِ صیاد اپنے گلشن کی انجمن پہ
خموش بیٹھے ہیں ہمنوا سب کسی کو تابِ سخن نہیں ہے
جو زینتِ انجمن کبھی تھے۔ ہیں آج زنداں میں پا بجولاں
جو زینتِ انجمن نہیں ہیں۔ تو زینتِ انجمن نہیں ہے
درازئ زلفِ کفر سے بھی فزوں ہے طولِ شبِ اسیری
جو اپنے سودا کو تیز کرتا وہ گیسوئے پرشکن نہیں ہے
ملی ہے تعزیر جس قدر بھی بڑھا ہے ذوقِ گناہ اس سے
دل ایسے بیباک ہو چکے ہیں کہ خوفِ دار و رسن نہیں ہے
کہاں نظر آئے چشمِ لیلیٰ کہاں سے پیدا ہو حسنِ شیریں
وہ وحشتِ عامری نہیں ہے وہ جذبۂ کوہ کن نہیں ہے

یہ رہینِ تدبیرِ مغربی ہیں وہ غرقِ گردابِ مفلسی ہیں
عرب کی وہ سادگی نہیں ہے عجم کا وہ بانکپن نہیں ہے
مٹی حکومت کے ساتھ ہی آہ اپنی وہ آن بان ساری
وہ شانِ زمزم نہیں سلامت وہ شورِ گنگ و جمن نہیں ہے
شبِ گزشتہ کے ساز و ساماں کے اب کہاں ہیں نشاں باقی
زبانِ شمعِ سحر پہ حسرت کی رہ گئی داستاں باقی"

تنہائی

ہنسوں تو اہلِ عالم سب شریکِ خندہ ہوتے ہیں
جو روؤں تو کوئی ہمدم نہیں جز رنجِ تنہائی
خوشی میں حصہ لینے کے لئے تیار ہے دنیا
مگر کوئی نہیں سرمایۂ غم کا تمنائی

جو گاؤں تو جوابِ نغمہ کہساروں سے سنتا ہوں
بھروں آہیں تو رہ جاتی ہیں ہمدوشِ فضا ہو کر
صدائے بازگشت آتی ہے سن کر نغمۂ عشرت
مگر نالوں سے کترا جاتی ہے نا آشنا ہو کر

مناتا ہوں خوشی تو مرجع اہلِ جہاں ہوں میں

اگر مغموم ہوتا ہوں تو سب آنکھیں چراتے ہیں
زمانِ عیش ہی میں دوست ہیں دنیا کے باشندے
یہ میری داستانِ درد کب سننے کو آتے ہیں

اگر خوش ہوں تو لاکھوں ہیں مرے احباب شیدائی
جو غم کھاؤں غم بے مہری یاراں سے مرتا ہوں،
مرے شغلِ مے گلگوں میں سب شرکت کے خواہاں ہیں
مگر تلخابۂ حسرت کے مے خانے میں تنہا ہوں،

بچھاؤں خوانِ نعمت تو بہت ناخواندہ مہماں ہیں،
نہیں ہے فاقہ مستی میں شریکِ حالِ بد کوئی،
سخاوت زندگی میں کامیابی کی معاون ہے
مگر ہنگامِ مردن کر نہیں سکتا مدد کوئی،

بساط محفلِ عشق و مسرت میں وہ وسعت ہے
کہ طول و عرض میں اس کے سما سکتی ہے اک دنیا
مگر اس تنگنائے غم میں اے دنیا کے باشندو
گزرتا ہے ہجومِ بے کسی میں ہر بشر تنہا،

(ترجمہ از نظم انگریزی)

پیامِ خروش

سحر رسید بگوشِ دلم صدائے سروش
کہ خیز و گیر صراحی بکف سبو بر دوش
پلا کے خوگرِ غفلت کو جام بادۂ ہوش
سکوتِ محفلِ ملت کو دے پیامِ خروش
نوائے غم کو بنا آشنائے پردۂ گوش
کہ بزم دہر میں ہے سازِ عافیت خاموش
بنوش بادہ و رندی کن و بہ عیش گزار
مگر بہ پیش حریفاں مشو ضمیر فروش،
چو زندہ بشنو شعرِ حافظِ شیراز،
کہ برد از دل رندان قرار و طاقت و ہوش
"بیانگِ چنگ بگوئیم آں حکایت ہا"

کہ از نہفتنِ او دیگِ سینہ می زد جوش

شرابِ خانگی از بیمِ محتسب تا کے

بروے یار بنوشیم و بانگ نوشانوش

از کہکشاں دسمبر ۱۹۱۸ء

پیام حافظ

روحِ حافظ سے کہا میں نے کہ اے عشق طراز
تیرا سینہ ہے نہاں خانۂ اسرارِ نیاز
تجھ سے میں پوچھتا ہوں سرِ معمائے حیات
کہ تجھے کہتے ہیں سب اہلِ صفا محرمِ راز
بے ثباتی ہے جہانِ گزراں کی مشہور
بے صدا ہونے کو ہے ہستیٔ موہوم کا ساز
عشق کیا چیز ہے؟ اک محنتِ حرماں انجام
صرفِ تعمیرِ اجل خال و خطِ حسنِ مجاز
کوئی دن جاتا ہے ہونے کو ہیں پیوندِ زمیں
عشق کی شانِ جنوں حسن کے نازو انداز
ہر گھڑی چلتی ہے ناوکِ صیادِ اجل

کسی طائر کو بھلا کیا ہو دماغِ پرواز
جب فضا دہر کی ہے برقِ فنا سے معمور
کیوں اڑے اوجِ تجسس پہ عمل کا شہباز
جام ہستی کا نتیجہ ہے جو خمیازۂ مرگ
ایسی مے پر تو نہیں چاہیئے فتوائے جواز
مصرعِ گور ہے جب مقطعِ نظمِ ہستی
فائدہ کیا جو ہوئے شعر سراپا اعجاز
سارے ہنگاموں کا انجام ہے جب خوابِ عدم
پھر یہ بے سود ہے سب جوش و خروش و تگ و تاز
خدشۂ مرگِ مفاجات۔ قناعت آموز
یہی بہتر ہے نہ ہو دامنِ امید دراز

سن چکا جب یہ خرافاتِ ہلاکت تاثیر

ہنس کے کہنے لگا وہ نازشِ خاکِ شیراز

"خیز و در کاسۂ زر آبِ طربناک انداز

پیشتر ازآنکہ شود کاسۂ سر خاک انداز

عاقبت منزلِ ما وادیٔ خاموشان است

حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز"

(کہکشاں مئی ۱۹۱۹ء)

سودائے خام

ساقیٔ بزم وفا جام پہ پڑوے جام ابھی
کہ ہیں تشنہ تری محفل کے مے آشام ابھی،

میرا آغاز جنوں دیکھ کے کہتا ہے رقیب
تجھ کو معلوم نہیں عشق کا انجام ابھی،

"منحصر پختگیٔ عمر پہ ہے عقل کہاں
یہ تو تسلیم کہ سودا ہے مرا خام ابھی

مجھکو محبوس قفس دیکھ کے ناصح نے کہا
دیکھ آزادیٔ کامل کا نہ لے نام ابھی

کوئی دم اور بسر نالۂ غم میں کر لے
نغمۂ عیش کا آیا نہیں ہنگام ابھی

قیس آزاد ہوا بادیہ پیمائے حیات

اور محمل میں ہے لیلائے سیہ فام ابھی
سرد مہری نہ دکھا آگ لگا دے ساقی
کہ شرر خیز ہے آتشکدہ جام ابھی
طائر رنگ تو ہے بالکشائے پرواز
اور ہیں وقفِ تپیدن ہوں نہ دام ابھی
ہو چکی ختم مری طرز خطا کاری خاص
اور جاری ہے تری سرزنش عام ابھی
قفسِ تنگ میں کیا لطف تپش اے صیاد
کوئی دم مجھ کو تڑپنے دے تہِ دام ابھی
برہمن بھی ہوئے توحید کے قائل لیکن
تو ہے مصروف پرستارئ اصنام ابھی
عافیت سوز ہے یہ کشمکش نام و نمود
رہنے دے خواہش شہرت مجھے گمنام ابھی

([illegible])

پیغامِ حیات

ترکِ آداب نہ کر مائلِ پندار نہ ہو
سرِ منصور نہ بن زیبِ سرِ دار نہ ہو
جذبۂ عشق تو ہے باعثِ اعزازِ بشر،
کون کہتا ہے کہ تو عشق میں خود دار نہ ہو
ڈھونڈ خود محفلِ جاناں میں مقامِ ممتاز
تو جو خود دار ہے منت کشِ اغیار نہ ہو
سائلِ وصل نہ ہو عشق کی توہین نہ کر
ننگِ عشاق نہ بن خاکِ درِ یار نہ ہو،
وصل یہ ہے کہ تپش میں ہو بسر مدتِ ہجر
خواہشِ وصل میں رسوا سرِ بازار نہ ہو
خوئے تسلیم جفا بھی تو جفا کاری ہے،

جب جفا پر کوئی آئے۔ تو وفادار نہ ہو۔

جنس آلام تو ہے زینتِ بازارِ حیات
غم جو پیش آئے کوئی جان سے بیزار نہ ہو
لطف کیا وادیٔ وحشت میں اُٹھائے مجنوں
اگر اسے آبلہ پائیٔ خلشِ خار نہ ہو،

پڑھ دوا کے لئے قانونِ شفا، ملتا س
گر مسیحا سے علاجِ دلِ بیمار نہ ہو
راز اگر اپنی حقیقت کا ہو معلوم تجھے
کب یہ ممکن ہے کہ تو محرمِ اسرار نہ ہو۔
تجھ کو زیبا نہیں افتادگی و مدہوشی
بے خبر۔ خاک درِ خانۂ خمار نہ ہو،

اپنی ہستی کو بنا کشمکشِ آبادِ عمل،
مسلم سبحہ نہ بن ہندوے زنّار نہ ہو
ہر نوا سازِ حوادث کی ہے پیغامِ حیات
حیف اس آنکھ پہ جو آج بھی بیدار نہ ہو

(کہکشاں ماہ فروری ۱۹۱۹ء)

تاریخ اسلام

راہِ ہستی میں نشانِ رفتگاں تاریخ ہے
ذرہ افروزِ غبارِ کارواں تاریخ ہے
دورِ جامِ گردشِ ایام ہے بزمِ جہاں
سرگزشتِ انقلابِ آسماں تاریخ ہے
عہدِ ماضی ہے شبِ تاریک تو مشعل ہے یہ
شوکتِ رفتہ جو دل ہے تو زباں تاریخ ہے
دہر کے سب واقعات اور ان کے اسبابِ وقوع
علت و معلول کی اک داستاں تاریخ ہے
قوم کا سرمایۂ نازش ہے یہ ذکرِ کہن
دولتِ ملت کا گنجِ شائگاں تاریخ ہے
داستانِ اوج و پستی قصۂ فتح و شکست

رزم گاہِ کاوشِ سود و زیاں تاریخ ہے،
یہ وہ شے ہے جس پہ مسلم کو بجا ہے افتخار۔
یادگارِ عظمتِ اسلامیاں تاریخ ہے
جن کے پھولوں سے ہوا گلزار صحرائے جہاں
ڈھونڈتی ہے آج ان کو چشمِ بینائے جہاں،

بس رہی ہیں صفحۂ آفاق پہ قومیں ہزار
ہے مگر کس قوم کی تاریخ اتنی شان دار
صفحے صفحے سے عیاں ہے شوکتِ پیشینیاں
ہو رہی ہے سطوتِ کبریٰ کی عظمت آشکار
ظلمت آبادِ جہاں پر مطلعِ تاریخ سے
ہیں ضیائے ملتِ بیضا کی کرنیں جلوہ بار
کیا خدا کی شان ہے وہ جاہلِ مطلق عرب

ہوگئے تہذیب جمہوریہ کے سرمایہ دار
ٹوک دیتی ہے عمرؓ کو ایک مفلس پیرزن
سر جھکا دیتا ہے وہ آدھے جہاں کا شہریار
واقعات ایسے کہاں دنیا کی تاریخوں میں ہیں
ہے کہاں ایسی مساواتِ غلام و تاجدار
قرنِ اولے کے وہ مسلم تھے جو آپس میں رحیم
اور دشمن کے لئے پیغامِ قہرِ کردگار،
شب کو کرتے تھے عبادت دن کو کرتے تھے جہاد
دین کی خاطر بسر ہوتے تھے یوں لیل و نہار
دنیا کے جھنڈے گاڑے ہسپانیہ سے چین تک
قیصر و کسریٰ کی شوکت اڑ گئی مثلِ غبار
وہ تمدن جس کا یورپ آج تک ہے خوشہ چین
تھا کبھی غرناطہ و بغداد اس کا کشت زار

جمع ہر فن کے ائمہ اپنے درباروں میں تھے
علم خود ہوتا تھا جن کی قابلیت پر نثار
آج تک ان کے لیے روتی ہے بسکے کی خلیج،
ہیں انہیں کی یاد میں دجلے کی موجیں بے قرار

علم پر شیدا تھے اور مرتے تھے وہ اسلام پر
آج دنیا مر رہی ہے اُن کے زندہ نام پر

اے مسلمانو خبر بھی ہے کہ کیا رکھتے ہو تم
اپنے گھر میں اک دفینہ بے بہا رکھتے ہو تم
کیا ہے تاریخ سلف اک بحرِ خاموش ہے
خامشی میں شورشِ ہنگامہ زا رکھتے ہو تم
تیرہ صدیاں بھی گزر جانے پہ جو شاداب ہے
وہ گلستانِ خزاں نا آشنا رکھتے ہو تم

کہتے ہیں تاریخ دہراتی ہے اپنے آپ کو
پھر تو بر آئیگا جیسا مدعا رکھتے ہو تم
راہِ ہستی میں نہ گم ہوگا تمہارا کارواں
جو کوئی رکھتا نہیں وہ رہنما رکھتے ہو تم
تم بھی سب کا چھوڑ کر دامن اسی کے ہو رہو
سب سے جو بیگانہ ہے وہ آشنا رکھتے ہو تم
اس سے لے کر رنگ بھر لو حال و استقلال میں
عہدِ ماضی کا جو رنگیں ماجرا رکھتے ہو تم
گردشِ ایام سے گھبرا کے رونا ہے عبث
درد سے پھر کیا خطر ہے جب دوا رکھتے ہو تم
سرد مہری سے زمانے کی تمہیں ہے خوف کیا
تم ہو آتش در بغل برقِ بلا رکھتے ہو تم
یادِ ایامِ سلف سے دل کو گرماتے رہو

جوش ٹھنڈا ہے تو اس پر آگ برساتے رہو

خزانِ ہند

کیا شفق کے ہلکے رنگ دیتے ہیں بہار
جب گلابی بادلوں میں ڈوبتا ہے آفتاب
صبح کی شبنم سے دھل کر خوشنما لگتا ہے گل
رکھتے ہیں قوسِ و قزح کے رنگ کیسی آب و تاب

سایہ ہے برگِ خزاں دیدہ پہ کیسا خوشگوار
کتنی ہے خاموش چشموں کی روانی دل فریب
کشتِ پختہ کا سنہری رنگ فردوس نظر
سبز شاخوں پر ثمر ہیں ارغوانی دل فریب

لیکن اک شے سے شفق کی دلفریبی بھی ہے مات

اور تجلی ہے صبح کی پہلی شعاع نور بیز
ہند کے بچوں کی آنکھوں میں محبت کا وہ نور
جس سے امید و تخیل کی جھلک ہے جلوہ ریز

وہ چمک جوان عمیق آنکھوں میں آتی ہے نظر
ہے کمالِ شوق و رازِ آرزو کی داستان
ایک طاقت ہے جو میری روح کو کرتی ہے صید
اک کرن ہے جس کا منبع ہے دیارِ لا مکاں

میں نے دیکھا ہے ہر اک کے چہرۂ پاکیزہ کو
شوکتِ الہام جن کے خال و خط سے ہے عیاں
نوجوانانِ وطن اسلاف کے ہیں یادگار
قوم کی عظمت کا ہے احساس ہر دل میں نہاں

زندہ ہے اب تک وہ حیرت خیز پیغامِ عمل،
دیوتاؤں سے جو پاتے تھے خردمندانِ ہند
تھی وطن کی شان جس درسِ خرد سے اوج پر
اس کو پھر دہرا رہے ہیں آج فرزندانِ ہند

یہ زمانِ حال ہو جائے گا ماضی ایک دن
اک عظیم الشان مستقبل ہے میرے روبرو
طفلِ نادان کو چڑھے گا جب جوانی کا نشہ
اور جوانی ہوگی سرمستِ شرابِ آرزو
پھر وہ برسوں کی تمنائیں بھی ہوں گی کامیاب
مر سکی ہر وہ نہ جن کو گردشِ دورِ زماں
رشکِ شان و شکوہ ہوگی شوکتِ فردائے قوم
جاگ اٹھے گی عظمت و پیرینۂ ہندوستاں

مژدۂ بہار

مژدہ اے اہلِ چمن بادِ بہار آنے کو ہے
باغ میں ہر غنچۂ لب بستہ کھل جانے کو ہے
ہاتفِ غیبی یہ کہتا ہے چلے اب غم کے دن
وہ زمانہ بھی گیا یہ بھی گزر جانے کو ہے
ان کو پھر حسرت ہے دیکھیں اپنے بسمل کی تڑپ
پھر مجھے تیرِ نگاہِ یار تڑپانے کو ہے
دیر سے بھولے ہوئے تھے ہم جو رازِ زندگی
اس کے معنی پھر زمانہ ہم کو سمجھانے کو ہے
پھر یہ اجڑا باغ ہوگا غیرتِ صد لالہ زار
ہم پہ پھر قدرت کا مالی پھول برسانے کو ہے
کوئی دن کی بات ہے جانے کو ہے ادبارِ قوم

اوج پر پھر پرچم اقبال لہرانے کو ہے

مدتوں سے تھی جو بلبل گوشہ گیر آشیاں

باغ میں وہ گیت آزادی کے پھر گانے کو ہے

ہم نکل آئے بھنور سے ناخدا ہیں ہوشیار

ڈگمگاتا تھا جو بیڑا اب سنبھل جانے کو ہے

ہو گیا کم جوشِ طوفاں اور ساحل ہے قریب

کٹ گئیں غربت کی گھڑیاں اور منزل ہے قریب

(کہکشاں اکتوبر سنہ ۱۹ء)

خمخانۂ حیات

تھا مدتوں سے میکدۂ عشق بے خروش
وقفِ خمارِ دوش تھی گلبانگ نا و نوش
بارے پھر آگئے ہوش میں رندانِ بادہ خوار
اُٹھا نئے سرے سے شرابِ کہن میں جوش
رندوں کے دل سے دور ہوا بیمِ محتسب
رونق پہ آگیا بازارِ مے فروش
سب کو بقدرِ ظرف ملے گی شرابِ عشق
ساغر بکف ہیں رند تو ساقی سبو بدوش
اس وقت ہیں مشرفِ الہام میگسار
ہر ایک سن رہا ہے صدائے لبِ سروش

اے جرعہ نوشِ بادۂ خمخانۂ حیات
اے وہ کہ ہے کشاکشِ عالم میں سخت کوش
چھوٹے نہ عقل و ہوش کا سررشتہ عشق میں
غالب نہ ہو کہیں ہوس و بیخودی کا جوش
کیفِ ہوس ہے شورشِ بانگِ رحیلِ عقل
اور بیخودی غبارِ رہِ کاروانِ ہوش

کب تک رہے گا سوزِ نہاں تارِ ساز میں
کب تک کرے گا ضبطِ فغاں پردۂ خموش
بے جان جو قوتیں ہیں انہیں بیقرار کر
جوشِ عمل سے دہر کو ہنگامہ زار کر

(کہکشاں ستمبر ۱۸ء)

کارزارِ حیات

ایک دن ناکامیِ ارمان سے میں تنگ آ گیا
اور ہجومِ یاس میں جینے سے جی گھبرا گیا،
ہو گئی دھندلی غمِ حرمان سے تصویرِ حیات
ہل گئی سیلابِ مایوسی سے تعمیرِ حیات
تھی یہی خواہش کہ دنیا سے فنا ہو جاؤں میں
جی میں آیا خودکشی کر کے رہا ہو جاؤں میں
یا جہاں کو چھوڑ کر اک دشت میں تنہا رہوں
زندگی بھر بیٹھ کر یادِ خدا کرتا ہوں،
دیر تک اس رنجِ بے پایاں سے میں نالاں رہا
دیدۂ خونیں مرا منت کشِ داماں رہا
پھر گیا روتا ہوا اک پیرِ صاحب دل کے پاس

جیسے پیاسا بھاگ کر پہنچے کسی ساحل کے پاس
عرض کی اُس سے کہ ہیں ناکامیوں میں ہوں اسیر
رہنمائی کر مری اے مرشدِ روشن ضمیر
تجھ کو رازِ زندگی اچھی طرح معلوم ہے
اور مرا تاریک دل اس نور سے محروم ہے
زندگی کی الجھنوں کو کس طرح سلجھاؤں میں
یاس سے تنگ آ کے کہتا ہوں کہ مر ہی جاؤں میں
خودکشی کر لوں کہ ترکِ لذتِ دنیا کروں
اے خرد پرور خدارا اب بتائیں کیا کروں

سر ہلا کر پیرِ دانش مند نے مجھ سے کہا
اشکباری ہے عبث اے دلفگارِ زندگی،
سو برس تک میں نے کی ہے جستجوئے رازِ دہر

مجھ سے بڑھ کر کون ہوگا رازدارِ زندگی
عمر بھر کا تجربہ یہ تجھ سے کرتا ہوں بیاں
کاوشِ سود و زیاں ہے کارزارِ زندگی
گلستانِ مسرت کی بھی اک راہ ہے
گو کہ کانٹوں سے بھری ہے رہگزارِ زندگی
خارِ غم ہے زینتِ گلزارِ عالم اے عزیز
ہے خوشی کے خون سے رنگِ بہارِ زندگی
یاس بیہودہ خیالِ رنج ناکامی فضول
ہے امیدِ کامرانی سے وقارِ زندگی
خودکشی کر کے جو آزادی ملے وہ ہے ذلیل
ایسی لاکھ آزادیاں کر دے نثارِ زندگی

نشہ جب کچھ بھی اترتا ہے گرے پڑتے ہیں رند

لغزشِ ناکام کیا ہے ایک خمارِ زندگی،
تو مسلسل پی کہ اِک دم بھی خمار آنے نہ پائے
نشّہ بے پایاں رہے اے بادہ خوارِ زندگی

کہتے ہیں سب فلسفی بیکاریٔ اعضاء کو موت
ہے فقط دستِ عمل میں اختیارِ زندگی
اک خلش میں اک تڑپ میں ہو بسر عمرِ عزیز
اضطرارِ زندگی ہے اقتدارِ زندگی!
جان ہے سینے میں گر جوشِ تمنّا دل میں ہے
ہے تمنّا ہی سے قائم اعتبارِ زندگی،

جا کہیں سے دل میں پیدا کر وفورِ اضطراب
دل میں ہے کچھ بھی اگر ذوقِ قرارِ زندگی

نغمہ ہنگامہ زا اس وقت ہوتا ہے بلند
بربطِ ہستی میں جب لرزاں ہو تارِ زندگی
اُٹھ امیدیں ساتھ لے کر غم کو دل سے دور کر
اپنے نغموں سے فضائے دہر کو معمور کر

V. Good.

درسِ عمل

ہم نفس! آ غمِ دیرینہ کو پھر یاد کریں
عالمِ درد سے ویران اسے آباد کریں
اس چمن میں ہے یہ دستور کہ مرغانِ اسیر
قید میں رہ کے ہوا خواہئے صیاد کریں
نذرِ قرباں گہِ ملت ہو یہ آئینِ کہن
اک نئی رسمِ وفا عشق میں ایجاد کریں
یک قلم ترک کریں شیوۂ تسلیمِ جفا
دل ہے پابندِ وفا اب اسے آزاد کریں
یہ شکایت کی زبان بند رہے گی کبتک
گلۂ جور کریں شکوۂ بیداد کریں
نہ ہوں دم بھر کو بھی ہنگامۂ ہستی میں خموش

کبھی نالہ کبھی شیون کبھی فریاد کریں
کاٹ دیں کوہِ مصائب تو بنے جوئے مراد
عشق میں پیروئے سنتِ فرہاد کریں،
ناموافق ہے اگر ایک گلستاں کی ہوا
آ! کہ ہم اور خیاباں کوئی آباد کریں
تیرہ سو سال سے جو وقفِ فراموشی ہے
آ کہ وہ درسِ عمل از سرِ نو یاد کریں،

پھر کیوں تازہ کریں گیسوئے لیلائے حیات
قیس مایوس ہو پھر بادیہ پیمائے حیات،

کامرانی کا سر آغاز ہے انجامِ عمل
صبحِ عشرت جسے کہتے ہیں وہ ہے شامِ عمل
ہے عمل میں ہی نہاں رازِ حیاتِ اقوام
دشمنِ رجعت و ادبار ہے اقدامِ عمل

موت کیا چیز ہے بیکار رہے اعضا و حواس
زندگی کیا ہے یہی کاوشِ انجامِ عمل

سعیٔ پیہم سے خدا کا بھی ہے ملنا آسان
ذروۂ عرشِ معلّےٰ ہے لبِ بامِ عمل

کامراں منزلِ عقبےٰ پہ وہی پہنچیں گے
جو رہے وادیٔ دنیا میں سبک گامِ عمل

کوئی گوشِ شنوا ہو تو سنے یہ آواز
ہر نوا سازِ حوادث کی ہے پیغامِ عمل

وہی طائر ہیں چمن زارِ جہاں میں آزاد
زندگی جن کی گزرتی ہے تہِ دامِ عمل

یوں تو تاریخ ہے لبریزِ حکایات مگر
حاصلِ زندگیٔ قوم ہیں ایامِ عمل

فطرۃ اللہ مخالف ہے تن آسانی کی

دین اسلام ہے مجموعۂ احکام عمل،
جب کیا ترک عمل حامل قرآں ہو کر
ساری دنیا میں ہوئے خوار مسلماں ہو کر

کیا کبھی غور کیا مسلم دانا تو نے؟
کار نامے کئے آفاق میں کیا کیا تو نے
تھی تہیاں جس کی تجلی کے لئے ہستی عشق
ہائے وہ حسن کیا وقف تماشا تو نے،

تیرے دیوانوں سے آباد ہوا دشت جنوں
گوشہ گیروں کو کیا یاد یہ بیماں تو نے
اہل دنیا تھے پرستار بتان الحاد
جلوۂ شاہد توحید دکھایا تو نے
اس زمانے میں کہ تاریکیٔ باطل تھی محیط
کی ہبا انجمن ملت بیضا تو نے،

وارثِ ارض ہوئے دشتِ عرب کے بدوی
کر دیا خاک کو ہمدوشِ ثریا تو نے
وحشیوں کو سبق آئینِ عمل کا دے کر
بخش دی سلطنتِ قیصر و کسریٰ تو نے
روزہ رکھ کر جو پڑھیں تیغ کے سائے میں نماز
ایسے زہاد کئے دہر میں پیدا تو نے
دن کو تھے تخت پہ اور رات کو سجادے پر
اہلِ دنیا کو کیا طالبِ عقبیٰ تو نے
آہ وہ دن نہ رہے اور وہ زمانے بھی گئے
ہائے وہ رات بھی گذری وہ فسانے بھی گئے
اب جو چاہے وہی عظمت تو جگر پیدا کر
زور بازو میں - دعاؤں میں اثر پیدا کر
اسی پانی سے ہری کشتِ تمنا ہو گی

ابرِ نیساں کی طرح دیدۂ تر پیدا کر

تا بکے طوقِ غلامی میں رہے گی گردن
جس میں سودائے حکومت ہو وہ سر پیدا کر

روئے گا بے پروبالی پہ قفس میں کب تک
ہے اگر خواہشِ پرواز تو پر پیدا کر

اُٹھ کے جو خرمنِ دشمن پہ گریں برقِ صفت
خاک میں اپنی وہ جاں سوز شرر پیدا کر

راہبِ گوشہ نشیں خضرِ رہِ عشق نہیں
راہنما کوئی تمہارے سفر پیدا کر

آبرو دار ہیں آپس میں جو رکھتے ہیں ملاپ
سبحے کی رشتہ صفت سلکِ گہر پیدا کر

تیرے دل میں ہے اگر شوقِ جمالِ مطلوب
چشمِ بینا میں تجسس کی نظر پیدا کر

لے کے خورشیدِ جہاں تاب سے مقراضِ شعاع
دامنِ شب میں گریبانِ سحر پیدا کر
رونقِ محفلِ ایّام دوبالا کردے
اس سیہ خانۂ عالم میں اُجالا کردے

(سالک)

رسولِ مکرم

فرشتے تھے فضائے قدس میں صرفِ پرافشانی
خوشی سے جھومتے تھے اُن کے پیکر ہائے نورانی
زمیں سے آسماں تک آمد و رفت ملائک تھی
خلا میں گونجتے تھے نغمہ ہائے حمدِ ربانی
پروں کی جنبشِ لرزاں سے موسیقی کی لے پیدا
لبوں کی لرزشِ پیہم سے طاری کیفِ روحانی
فضا میں نغمہ ہائے حمد سے ایسا تلاطم تھا
ہوائے عالمِ بالا میں کیفیت تھی طوفانی
وفورِ نور کا عالم تھا ایسا آخرِ شب میں،
کہ ہر تارے پہ ہوتی تھی فدا خورشید سامانی
پڑیں فاران کی چوٹی پہ بوندیں ابرِ رحمت کی

فزوں تھی پارۂ سیماب سے بھی جن کی تابانی
خوشی سے مست تھے سب آسماں والے کرانتیں
یکایک یہ ہوا روح الامیں کو حکم یزدانی،
منادی جا کے کر دو خشک و تر بین بحر میں بر میں

ہوئے پیدا محمدؐ آج عبد اللہ کے گھر میں،

مچی اک دھوم عالم میں محمد مصطفیٰ آئے
ہوا اتمامِ دیں جن پر وہ ختم الانبیاء آئے
جہاں کے لوگ تھے سب مبتلائے کفر و گمراہی
انہیں ایمان کا رستہ دکھانے رہنما آئے
خدا کو چھوڑ کر سب ہو چکے تھے لات و عزیٰ کے
خدا کے نام کی عظمت کو محبوب خدا آئے
جہاں کو ہوش باقی تھا نہ دنیا کا نہ عقبیٰ کا
جہاں کی رہبری کو ہادئ ہر دو سرا آئے

جہاں میں زندگی تھی مشتاق روحانی مریضوں کو
طبیب ان کے لئے کر دوائے جاں فزا آئے
نہ دیکھی جائے جس سے ذلت و مظلومی نسواں
وہ لے کر اپنے سینے میں دلِ درد آشنا آئے
کھلے افسردہ غنچے باغ میں اور بلبلیں چہکیں
وہ گلزارِ جہاں میں صورتِ بادِ صبا آئے
قدومِ شاہ سے وادئ بطحا ہو گئی روشن
کہاں کی وادئ بطحا کہ دنیا ہو گئی روشن

مسلمانوں۔ زبانی گل کترنے پر نہ اتر آؤ
انہی کی زندگی کا تم نمونہ بن دکھلاؤ
رسولِ پاک جب معبودِ غیر اللہ کے دشمن تھے
تو تم بھی توڑ کر بت بت شکن دنیا میں کہلاؤ

رسولِ پاک استقلال کی تصویر روشن تھے
تو تم بھی شورِ طوفانِ حوادث سے نہ گھبراؤ،
رسولِ پاک تھے بیباک اظہارِ صداقت میں
تو تم بھی بات سچی صاف کر دینے پہ تل جاؤ،
رسولِ پاک جب حریتِ نسواں کے حامی تھے
تو تم بھی اس لطیف و محترم فرقے کا غم کھاؤ
وہ حق ان سے نہ چھینو جو دئے اسلام نے ان کو
رسولِ پاک کی روحِ مبارک سے تو شرماؤ
غبارِ عہدِ حاضر سے ہوئے سب آئینے دھندلے
انہیں پھر جرأتِ ایمان کی صیقل سے چمکاؤ
محبت کے وہ جذبے ازسرِ نو تیز ہو جائیں
رسولِ پاک کی الفت سے دل لبریز ہو جائیں

الٰہی حق محمد کی محبت کا ادا کر دے
تو اپنے سارے بندوں کو فدائے مصطفیٰ کر دے

الٰہی واسطہ تجھ کو ترے معراج والے کا
مسلمانوں کو معراج ترقی تک رسا کر دے

محمد ان کا ہے یہ تیرے ہیں پھر غیریت کیوں ہے
انہیں اپنا بنا کر غیر سے یارب جدا کر دے

ترے محبوب کی الفت رہے دن رات سینوں میں
انہیں سوز و گداز اس کی محبت کا عطا کر دے

تو بے اولاد کو اولاد دے نادار کو دولت
مریضوں کو شفا دے اور اسیروں کو رہا کر دے

دعا ہے تجھ سے ہر دم ترے ناکام بندے کی
کہ ہر مسلم کو یارب کامیاب مدعا کر دے

ذرا سی اور بھی ہے التجائے بندۂ مسکیں

کہ سالک کو آہی سالکِ راہِ ہدے کر دے

دمِ آخر بھی جب پیکِ اجل کی آمد ہو

لبِ سالک پہ یا رب دم ہو اور نام محمدؐ ہو

تہذیب نسواں ۱۹۱۸ء

امر بالمعروف

مسلم! اُٹھ اور جہاد کا کچھ انتظام کر
جس میں نبیؐ کا بول ہو بالا وہ کام کر

پیدا ہوئے ہیں مرحب و عنتر نئے نئے
پھر تو بھی ذوالفقار علیؑ بے نیام کر

پھر باغ مصطفیٰؐ میں نیا گل کوئی کھلا
پھر نکہتِ عمل سے معطر مشام کر

اب تک جو بادہ خلوت مینا میں تھا نہاں
اس بادہ کو پھر انجمن افروزِ جام کر

صادق وہی ہے جس کو تمنا ہو موت کی،
اس طرح آرزوئے بقائے دوام کر

اُٹھا ہے امتیاز شریف و رذیل کا،

کچھ تو خیال حرمت بیت الحرام کر

ناموس دین مصطفوی گر تجھے عزیز

پھر خواہش عرب نہ تمنائے شام کر

آمادہ ہو قبول ہدایت کے واسطے

بعد اس کے انتظار جناب امام کر

آزاد ہو کے کس لئے تو پا بگل ہوا

اے سرو ناز باغ میں مشق خرام کر

اسلام پر نثار برنگ حسینؑ ہو

تقلید ہمت شہدائے کرام کر

جان و دل و زر و زن و فرزند و جان و مال

قربان خاک پائے رسول انام کر

سالک کمر حمایت ملت پہ باندھ لے

تو بھی لہو لگا کے شہیدوں میں نام کر — زمیندار

تجدید بہار

بیار بادہ کہ فصل بہار باز آمد
صبا بہ تربیت لالہ زار باز آمد
بیا بعزم چمن بار رخت بر بندیم
کہ ابرہا بہ سر کوہسار باز آمد
بیار بادہ کہ در بارگاہ خلوتیاں
حریف سادہ رُخے بادہ خوار باز آمد
زمانہ چنگ صبوحی کشاں بلند نواخت
کہ دور دور شکستِ خمار باز آمد
شراب کہنہ بہ پیمانۂ دلم جوشید
کہ عہد غنچۂ عشوہ کار باز آمد
ببانگ چنگ غزل را دگر ز سر گیریم

که ناصح از بر ما رفت و یار باز آمد

ببین کرامت شوقم که یار برهم خو

ز جذبهٔ دل من بیقرار باز آمد،

نگار شوخ که تمکین نا روا ورزید،

پرستش دل امیدوار باز آمد

بیار رفت چو سالک معاشران گفتند

که بندهٔ به در شهر یار یار آمد

۳۵۷۵

دارالاشاعت کے اخبارات و رسائل

دار الاشاعت پنجاب ۱۸۹۸ء میں مولوی سید ممتاز علی صاحب فیلو پنجاب یونیورسٹی کی سرپرستی میں قائم ہوا تھا۔ اس ۴۲ سال کے عرصہ میں اس نے جو بیش بہا۔ اخلاقی۔ قومی و ادبی خدمات سر انجام دی ہیں۔ ان کا جملہ مشاہیر ہند اور تمام معزز اردو و انگریزی اخبارات و رسائل نے اعتراف کیا ہے اور دارالاشاعت کے شائع کردہ اخبارات و رسائل اور تصانیف۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی جاکر مقبول ہوئی ہیں؛

اخبار تہذیب نسواں یعنی لڑکیوں اور عورتوں کا ہفتہ وار اخبار یہ اخبار ۱۸۹۸ء میں مولوی سید ممتاز علی صاحب کی سرپرستی اور آپ کی اہلیہ مرحومہ کی ایڈیٹری میں جاری ہوا اور اب تک برابر انہی کے اہتمام اور آب و تاب سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں خانہ داری۔ مذہب و اخلاق۔ تربیت اولاد اور تاریخ و سیر کے مضامین دلچسپ افسانے اور نمونے [illegible] درج ہوتی ہیں۔ مستورات اور لڑکیوں کی تمام ضروریات پر نہایت معقول و مدلل بحثیں ہوتی ہیں۔ ہفتے کی ضروری خبریں درج کی جاتی ہیں اور ملکی و قومی معاملات پر نہایت عمدہ اور آزاد طریق پیرا سے ترقی کی جاتی ہے۔ مستورات کے کام کے مضامین لکھنے والے مرد اور تعلیم یافتہ مستورات

اس کی نامہ نگار ہیں اور تمام ہندوستان میں صرف تہذیب نسواں ہی مستورات
کا ایسا مقبول و مفید اخبار ہے جو سب سے زیادہ اشاعت رکھتا ہے اور
نہایت پابندی سے وقت پر شائع ہوتا ہے سالانہ چندہ صہ مع محصول ڈاک
نمونہ کا پرچہ مفت اخبار ہذا کی گذشتہ جلدیں موجود ہیں قیمت فی جلد صہ

اخبار پھول یہ اخبار مولوی سید ممتاز علی صاحب کی ایڈیٹری میں ١٩٠٩ء
سے جاری ہے اور اردو زبان میں اسوقت بچوں کا ایک اکیلا ہفتہ وار
اخبار ہے جس میں بچوں کے لیئے دلچسپ قصے اخلاقی کہانیاں تاریخ
کے مختصر مضمون دلچسپ معلومات مزیدار نظمیں اور تمام ایسی چیزیں موجود
ہوتی ہیں جنکی بچوں کو ضرورت ہے پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کئی سالوں
سے اس اخبار کو ہزاروں کی تعداد میں پنجاب کے پرائمری اسکولوں کے
لئے خرید رہی ہے سالانہ چندہ صہ مع محصول نمونہ کا پرچہ مفت اخبار مذکور
کی گذشتہ سالوں کی جلدیں بھی دفتر میں موجود ہیں قیمت فی جلد صہ

رسالہ کہکشاں رسالہ کہکشاں نے دو سال ہی کے عرصے میں وہ
شہرت حاصل کی کہ ہندوستان کا بہترین ادبی رسالہ قرار پایا اس کی
چھ چھ مہینے کی چار جلدیں دفتر میں برائے فروخت موجود ہیں - ان میں
مولوی عبد الحلیم صاحب شرر علامہ علی حیدر طباطبائی شیخ عبد القادر صاحب
ایڈیٹر مخزن مولوی سید ممتاز علی - سید سجاد حیدر بی اے یلدرم نیاز محمد خان نیاز
فتحپوری خواجہ حسن نظامی مولوی راشد الخیری دہلوی منشی پریم چند اور قاضی
عبد الغفار کے سے انشا پردازوں اور ڈاکٹر اقبال مرزا اعجاز حسین اعجاز
میر غلام بھیک صاحب نیرنگ مولانا حسرت موہانی یاس عظیم آبادی اور جلیل

وحشت۔ اور مہر دہلوی کے سے شعرا کے بہترین جواہر ریزے موجود ہیں اور ان حضرات کے بہترین مضامین افسانے نظمیں اور غزلیات ان مجموعوں میں موجود ہیں جلدیں بہت قلیل تعداد میں موجود ہیں درخواستیں فوراً آنی چاہئیں قیمت فی جلد عہ +

رسالہ مشیر مادر جو ۱۹[illegible]ء میں محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کی اڈیٹری میں جاری ہوا اور ان کے انتقال کے بعد بند ہوگیا۔ اس کی دو مکمل جلدیں دفتر میں فروخت کے لئے موجود ہیں ان میں تربیت اولاد بچوں کی پرورش حفظ صحت غرضیکہ ماؤں اور صغیرسن بچوں کے کام کی تمام باتیں موجود ہیں ہندوستانی ماؤں کے لئے اس سے بہتر کوئی رسالہ اب تک جاری نہیں ہوا اور جیسے کام کے مضامین اس کی جلدوں میں نکلے ہیں اور کہیں سے حاصل نہیں ہوسکتے قیمت فی جلد عـہ/ +

اخباروں اور رسالوں کے علاوہ دارالاشاعت میں ایک کتبخانہ بھی قایم کیا ہے۔ اس میں مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے جملہ مفید اور ضروری کتابیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ دارالاشاعت کی تمام تصانیف اور اخباروں۔ رسالوں پر ملک کے اردو انگریزی اخبارات ورسائل نہایت شاندار ریویو کرچکے ہیں۔ درخواست آنے پر فہرست کتب مفت بھیجی جائیگی +

دارالاشاعت پنجاب ریلوے روڈ۔ لاہور

علمی و ادبی کتابیں

سواء السبیل الی معرفۃ المعرب والدخیل - یہ کتاب نواب آزاد صاحب بہادر سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور نے نہایت محنت و جانفشانی سے مرتب کی ہے - اور تمام معرب و دخیل الفاظ جو اجنبی زبانوں سے عربی میں آئے - اور عربی جدید کی کتابوں اور اخباروں میں روزمرہ یا زمانہ قدیم کی عربی تصنیفات میں پائے جاتے ہیں - اُن کی اصلیت معلوم کرنے میں کوئی دقیقہ تحقیق کا باقی نہیں رکھا - کتاب کیا علمی معلومات کا خزانہ ہے - نہایت اعلیٰ کاغذ و طباعت - قیمت عہ ر

تلک مہاراج - ہندوستان کے مشہور و معروف لیڈر بال گنگا دھر تلک کے نام نامی سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے - آپ نے ملک و قوم کی جو خدمات سرانجام دی ہیں - وہ مادر وطن کبھی فراموش نہ کرے گی - تلک کی جگہ خالی ہوگئی - اور کوئی ان کی جانشینی کو موجود نہیں - ان کی سوانحعمری پڑھو - اور ان کی جگہ لو - اس کتاب میں ان کے بچپن سے ضعیفی تک کے حالات - گرفتاری دیگر مصائب ملکی و قومی خدمات اور علمی تحقیقات کا تذکرہ ہے - اخبارات نے اس کتاب کو پسند کیا ہے - اور اس پر حوصلہ افزا ریویو لکھے ہیں - قیمت سہ ر

بھارت سپوت - یعنے مہاتما گاندھی کی سوانح عمری از سید امتیاز علی تاج ایڈیٹر "کہکشاں" مع دیباچہ از آنریبل پنڈت موتی لال نہرو پریذیڈنٹ آل انڈیا نیشنل کانگرس مہاتما گاندھی - ہندوستان کا یہ فرزند رشید چالیس سال سے مادر وطن کی خاطر ہولناک مصائب اور روح فرسا تکالیف کا مردانہ وار مقابلہ کر رہا ہے - یہی ہے جس نے

جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کی پیشانی سے غلامی کی مہر سیاہ مٹا ڈالی۔ یہی ہے جس
کی ایک آواز پر رولٹ ایکٹ کے خلاف اظہار ناراضی کرنے کے لئے پشاور سے
لے کر راس کماری تک اور برما سے لے کر کاٹھیاواڑ تک ایک پورے دن کے لئے
تمام کاروبار بند ہو گئے۔ اور ایک ہندو مسلمان بھی ایسا نہ ہوا۔ جو اس کے حکم سے ذرا بھی
سرتابی کر سکے۔ وہ خدا کا برگزیدہ پرستار ہے۔ وہ ہندو مسلمانوں کے اعلےٰ اتفاق کا
علم بردار ہے۔ ان کے حالات زندگی پڑھو۔ جو نہایت مؤثر پیرائے میں تفصیل سے
درج کئے گئے ہیں۔ شروع میں مہاتما گاندھی اور ان کی بیوی کی تصویر بھی ہے۔
ہمعصر زمانہ لکھتا ہے۔ مؤلف نے تمام واقعات کو نہایت خوبی سے تحریر کیا ہے۔ اخبار
زمیندار نے بھی نہایت عمدہ ریویو کیا ہے۔ قیمت ۱۲/

سوراج ہند ۔ یعنی آزادیٔ ہندوستان۔ یہ مہاتما گاندھی کی تصنیف ہے۔
جس کا ترجمہ قاضی بشیر الدین احمدؐ صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سکرٹری خلافت
کمیٹی میرٹھ نے نہایت سلیس اور بامحاورہ اردو میں کیا ہے۔ اس کتاب میں مہاتما
گاندھی نے ہندوستان کی آزادی کے متعلق تمام ضروری باتوں پر نہایت
عمدگی سے بحث کی ہے۔ اور سوراج کے معنی۔ ہندو مسلمانوں کے اتحاد کی اہمیت
ہندوستان کی آزادی کے ذرائع۔ وحشیانہ قوت اور خاموش مقابلہ کا فرق نہایت
وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اور تمام کتاب بطور مکالمے کے ہے۔ ایک شخص
سوالات و اعتراضات پیش کرتا ہے۔ جن کے جواب مہاتما جی نہایت تسلی بخش
طریق سے دیتے ہیں۔ اس فرضی معترض کے دل میں وہی شکوک و شبہات پیدا ہوتے
ہیں۔ جو روزمرہ ہم سب کے دلوں میں موجودہ تحریک کے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔ ان

سوالات کا جواب مہاتما جی کی زبان سے سننا نہایت دلچسپ ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ۔ مع تازہ تصویر مہاتما جی۔ قیمت ۱۲ر

مشیر باطن۔ ہجوم خیالات اور طرح طرح کے اختلافات میں سب سے اچھا مشیر اور مصلح کار آدمی کا اپنا دل اور دل کا اندرونی نور ہے۔ اس رسالہ میں اسی نور ایمان پر بحث ہے۔ پڑھنے کے قابل کتاب ہے۔ قیمت ۱۰ر

ریاض الاخلاق۔ یہ نہایت کار آمد مضامین کا مجموعہ ہے۔ مصنفہ خاں صاحب مرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔ لڑکوں۔ لڑکیوں۔ جوانوں۔ بوڑھوں غرض ہر عمر کے آدمی کے لئے مفید اس کتاب سے مختلف مضامین پر دنیا کے دانشمند و تجربہ کاروں اور حکیموں کی رائیں معلوم ہو کر دنیا کی مشکلات میں رہبری ہوتی ہے۔ ضخامت ۲۵۰ صفحے۔ قیمت ۱۲ر

سراج الاخلاق نیکی اور بدی پر عالمانہ بحث۔ مقصد زندگی پاکیزگی۔ تعجب غم۔ خوشی۔ تبادلہ خیالات۔ تحسین و آفرین۔ دروغ مصلحت آمیز۔ ڈیوٹی رعب۔ ایفائے عہد۔ دیانت۔ غیرت۔ خود غرضی وغیرہ پر عالمانہ بحثیں۔ قیمت ۱۲ر

دیوان شادمان۔ یہ فارسی دیوان سلطان شادمان خاں گکھڑ کی تصنیف ہے۔ جو حضرت صاحبقران شاہ جہان کے عہد کے نامور شعرا میں سے تھے۔ بڑی مشکل سے ایک نسخہ سلطان جہانداد خاں مرحوم رئیس گکھڑ نے بہم پہنچا کر چھپوایا تھا۔ قدردان کتب قدیمہ کے کتب خانوں کے لئے موجب زینت ہے۔ قیمت ۸ر

گلشن ہند۔ یہ شعرائے اردو کا ایک نایاب تذکرہ ہے۔ اس کی صرف ایک جلد ہندوستان میں موجود تھی۔ حیدرآباد دکن میں جس سال طغیانی

آئی۔ تو ایک شخص کا کتب خانہ بھی تباہ ہوا۔ جس میں یہ نادر تذکرہ تھا۔ آخر یہ تذکرہ بڑی مشکل سے حاصل کیا گیا۔ جناب مولانا شبلی مرحوم نے اس کو صحیح کیا۔ اس پر حاشئے لکھے۔ اور رفاہ عام پریس نے اسے بہت اہتمام سے چھاپا۔ اب سے سو برس پہلے کی اُردو زبان اور اس کے اشعار کا نمونہ چاہو۔ تو اسے منگا کر پڑھو۔ قیمت صرف ۱۲؍

چترا۔ ملک الشعراء ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور جن کی شاعری کی قیمت یورپ نے ایک لاکھ روپیہ کا نوبل پرائز ان کو دے کر اپنی قدر دانی کا ثبوت دیا ہے ان کے مشہور راگ ناٹک چترا کو ابو رشید عبد المجید صاحب سالک بٹالوی نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ ڈراما مہابھارت کے زمانے کا ایک مختصر و لطیف واقعہ ہے۔ اس میں بطور تمثیل کے محبت کے حقیقی معنوں کو نہایت وضاحت اور خوبی سے بیان کیا ہے۔ اور ان چند اوراق میں مشرق کی حقیقی روح بند کر دی ہے۔ کتاب کا ایک ایک لفظ موسیقی سے معمور ہے۔ اور نہایت حسن و خوبی سے اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ روزانہ زمیندار اس کے متعلق لکھتا ہے "نہایت قابلیت اور حسن ادب سے ترجمہ کیا گیا ہے"۔

رسالہ زمانہ کانپور جنوری ۲۱ء لکھتا ہے "ترجمہ میں قابل مترجم نے کتاب کا لطف قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہم خوش ہیں۔ کہ یہ کوشش بہت حد تک کامیاب بھی ہوئی ہے"۔ قیمت ۱۲؍

تسخیر جن۔ روحانیات کے متعلق یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ اور چشم دید واقعات پر مبنی ہے۔ دنیا میں جنوں کا وجود ہے یا نہیں؟ روحیں

دنیا میں بلوائی جاسکتی ہیں یا نہیں ؟ ان روحوں کو عامل کس طرح بلاتے ہیں ؟ روحوں کے اقتدار میں کیا کچھ ہے ؟ ان سب باتوں کا اس کتاب میں ذکر ہے۔ مشیخ حسن کی دردناک داستان اور رشید کا المناک انجام آنکھوں میں آنسو بھر لاتا ہے۔ عالم ارواح کا بیان بدن کے رونگٹے کھڑے کرتا ہے۔ اور مصطفےٰ اور علی دونوں بھائیوں کے کیرکٹر اس قدر عمیق۔ مکمل اور دلچسپ ہیں۔ کہ بہت کم اُردو ناولوں میں بیان کئے گئے ہوں گے۔ روزانہ زمیندار اس کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ روحانی عملیات وحاضرات کے متعلق بہت دلچسپ کتاب ہے۔ ناول کے مختلف کیرکٹر نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے دکھائے گئے ہیں۔

رسالہ زنانہ لکھتا ہے۔ کہ یہ ایک مغربی سیاح کے سفرنامے کا ترجمہ ہو جو ملک کے مشہور انشا پرداز سید ممتاز علی صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہے ... سب واقعات ایک دلچسپ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور ادبی حیثیت سے بھی یہ کتاب اچھی ہے۔ از مولوی سید ممتاز علی صاحب قیمت ۱۲/ ۱ر

خیالستان ۔ سید سجاد حیدر صاحب بی۔ اے کا نام نامی آج محتاج تعارف نہیں۔ مخزن کے دور اول میں آپ خوب خوب داد انشا پردازی دے چکے ہیں۔ آپ کے ان مضامین کا یہ مجموعہ ملک میں بے انتہا مقبول ہو چکا ہے اور پنجاب یونیورسٹی نے اس کتاب کو اردو امتحانوں کے نصاب تعلیم میں شامل کر لیا ہے۔ قیمت قسم اول با تصویر للعہ ر قسم دوم عہ ر ہمعصر زمیندار نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے۔ ہمارا ذاتی عقیدہ یہ ہے۔ کہ اردو زبان کی ادبیات لطیفہ میں خیالستان سے بہتر کتاب نہیں۔ خیالستان کے اس

اڈیشن پر سید امتیاز علی صاحب اڈیٹر کہکشاں نے ایک مختصر مگر عالمانہ دیباچہ
سپرد قلم فرمایا ہے۔ قیمت للعہ حصہ دوم عہ

ثالث بالخیر ۔ ہمعصر زمیندار اپنی اشاعت مورخہ ۱۰ر اکتوبر میں لکھتا ہے۔ کہ
یہ ایک ترکی فسانہ نگار احمد حکمت کے ناول کا ترجمہ ہے۔ جو ملک کے مشہور ادیب
سید سجاد حیدر صاحب نے کیا ہے۔ ترکی فسانوں کی لطافت و نزاکت تمام دنیا میں
مشہور ہے۔ ترکوں نے ادب لطیف کو عین الکمال تک پہنچا دیا ہے۔ یہ ناول اگرچہ
چھوٹا سا ہے۔ مگر جذبات لطیف کے لئے اپنے اندر بہت سا سامان رکھتا ہے
قیمت صرف ۸ر

پریم بتیسی ۔ حصہ اول و دوم۔ ہندوستان کے بے نظیر افسانہ نویس منشی پریم چند
مصنف پریم پچیسی کے نام نامی سے کون واقف نہیں۔ آپ ہی نے اردو زبان میں
مختصر افسانہ نویسی کی بنیاد ڈالی۔ اور تھوڑے سے عرصہ میں اس کو معراج کمال
تک پہنچا دیا۔ ان مختصر قصوں میں فطرت کا دلچسپ مطالعہ۔ نازک ترین جذبات
و احساسات کا بیان۔ ہندوستانی مناظر قدرت کے پُرلطف اسکیچ ہیں۔ زندگی کے
معموں کو نہایت خوبی سے سلجھایا ہے۔ اور ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی
ڈالی ہے۔ یہ وہ قصے ہیں۔ جو ہندوستانی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیں گے
غیر ممکن ہے۔ کہ کوئی منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے۔ اور آپ کی جادو
بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے۔ قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ۔ مولانا شبلی
اور علامہ اقبال اور دیگر حضرات نے منشی صاحب کی قابلیت فسانہ نگاری کی تعریف
کی ہے۔ ہمعصر زمانہ نے اسے بے انتہا پسند کیا ہے۔ اخبار زمیندار نے اس

کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ ان میں فطرتِ انسانی کے ہر پہلو کا نہایت غائر نظر سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ اور نہایت دلچسپ پیرائے میں اصلاحِ اخلاق کی گئی ہے۔

حصہ اول ۸؍ حصہ دوم ۱۲؍

بازارِ حسن - ادیب فطرت نگار منشی پریم چند کا پہلا ضخیم ناول اردو میں۔ منشی صاحب موصوف کی تصانیف کے ہندی۔ گجراتی اور بنگالی میں اڈیشن پر اڈیشن نکل رہے ہیں۔ اب دار الاشاعت پنجاب کی درخواست پر آپ نے یہ ناول اردو میں عنایت کیا ہے۔ یہ ناول ایک حسین اور نازونعم میں پلی ہوئی لڑکی کی سرگذشت ہے۔ جسے اس کے باپ کی گرفتاری کے بعد اس کے عزیزوں نے ایک ایسے غریب شخص سے بیاہ دیا۔ جو کسی لحاظ سے اس کے لئے موزوں نہ تھا۔ ایک طوائف کا مکان قریب ہونے کے باعث وہ لڑکی اپنی حالت کا موازنہ اس سے کر کے ہمیشہ رشک کرتی۔ یہاں تک کہ آخر ایک روز شوہر سے لڑائی ہونے کے بعد وہ لڑکی بازارِ حسن کی زینت بن گئی۔ ایک مخلص قوم نے اسے بہت مشکل سے اس ذلت کی غار سے باہر نکال کر اس راستے پر لگا دیا۔ جو انسانی زندگی کا منزل مقصود ہے۔ ضمناً ان امور پر بھی نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ بازارِ حسن کے وجود کا سوسائٹی پر کس قدر الزام ہے۔ ہندو مسلم اختلاف کے کیسے مضر نتائج نکلتے ہیں۔ اور بازارِ حسن کی اصلاح کے کیا طریق ہیں۔ ناول نہ صرف پلاٹ کی عمدگی اور اشخاص قصہ کی سیرت کے دلچسپ تنوع اور صحیح مطالعہ کے لحاظ سے بےنظیر ہے۔ بلکہ اندازِ تحریر۔ نازک مطالعہ فطرت اور اعلےٰ خیالات کے لحاظ سے بھی ادب اردو کے بہترین

بازارِ حسن

از

ادیب فطرت نگار "منشی پریم چند"

یہ ناول ایک حسین اور ناز و نعم میں پلی ہوئی لڑکی کی سرگزشت ہے۔
کے باپ کی گرفتاری کے بعد اس کے عزیزوں نے ایک ایسے غریب شخ
بیاہ دیا جو کسی لحاظ سے اس کے لئے موزوں نہ تھا۔ ایک طوائف کا
قریب ہونے کے باعث وہ لڑکی اپنی حالت کا موازنہ اس سے کر
رشک کرتی۔ یہاں تک کہ ایک روز شوہر سے لڑائی ہونے کے بعد وہ
بازارِ حسن کی زینت بن گئی۔ ایک مخلص قوم نے اُسے بہت مشکل سے ا
کی غار سے نکال کر راہ راست پر لگا دیا۔ جو انسانی زندگی کا منزل مقصو
ضمناً ان امور پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ بازارِ حسن کا فروغ سوسائٹی پر
الزام ہے۔ ہندو مسلم اختلاف کے کیسے مضر نتائج نکلتے ہیں۔ اور بازارِ حسن
کے کیا طریق ہیں۔ ناول نہ صرف پلاٹ کی عمدگی اور اشخاص قصہ کی سیرت
اور صحیح مطالعہ کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ بلکہ انداز تحریر اور اعلیٰ خیالات کے
سے بھی ادب اردو کے بہترین ناولوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ حصہ اول عمر۔ دو

دارالاشاعت پنجاب لاہور